مومن کا قتلِ عمد

ایم اے خان، پی۔ سی۔ ایس

ہمارے روزناموں میں سیاسی خبروں کے بعد دوسرا درجہ قتل کی سنسنی خیز وارداتوں کا ہوتا ہے۔ ان کا تذکرہ کچھ اس انداز سے اور اس کثرت سے کیا جاتا ہے کہ ہر شریف اور امن پسند شہری خوف و ہراس میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ قتل اس بے دردی سے کئے جاتے ہیں کہ حساس آدمی کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قانونی حکومت کے جملہ نظم و نسق کے باوجود ہماری آبرو اور جان و مال کی حفاظت کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ اس صورتِ حال کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ مشکل سے کوئی فرد اپنے گرد و پیش سے مطمئن ہے۔ جب تک نفسِ محرمہ کو خونِ ناحق کا خطرہ لاحق ہے کوئی باشعور اور حساس مسلمان کیوں کر اطمینان کا سانس لے سکتا ہے۔ نوبت تو یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اگر کوئی شریف آدمی کسی غلط کار نوجوان کو بداخلاقی یا شرمناک حرکت سے روکتا ہے یا ٹوکتا ہے تو یا تو گالی گلوچ سے اس کی تواضع ہوتی ہے یا اس بچارے کو اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں۔

انتقام کا جذبہ فطرتِ انسانی کا ایک اہم جزء ہے۔ اگر اس کی اصلاح نہ ہو تو انسان بے قابو ہو جاتا ہے اور اپنے مخالف کی جان تک لے لیتا ہے۔ اولادِ آدم میں سب سے پہلے ہابیل و قابیل میں یہ جذبہ ظاہر ہوا اور بھائی نے بھائی کو قتل کر دیا۔ یہ پہلا خون تھا جس کے بعد قاتل کو یہ بھی سمجھ نہ آئی کہ مقتول کی لاش کو کیسے ٹھکانے لگائے۔

ابتدائے آفرینش سے آج تک قتل کی بے شمار وارداتیں ہو چکی ہیں۔ ایک انسان نے دوسرے انسان، ایک گروہ نے دوسرے گروہ اور ایک قوم نے دوسری قوم کو سوچ سمجھ کر، بلا ارادہ، بے دریغ تہ تیغ کیا۔ ان واقعات میں صرف چیدہ چیدہ ہی تاریخ کے اوراق میں درج ہوئے۔ اور بعض تو ایسی تاریخی اہمیت حاصل کر گئے کہ ان کی یاد آج بھی ایسی تازہ ہے جیسے کل کا واقعہ ہو مثلاً "قتلِ حسین رضی اللہ عنہ"۔

قرآن پاک نے انسانی جان کو یہ کہہ کر بڑی اہمیت بخشی ہے کہ اگر کسی نے ایک شخص کی جان بچائی تو گویا اس نے سارے جہان کے انسانوں کو بچا لیا۔ اور جس نے ایک شخص کی جان ضائع کی تو گویا اس نے سارے جہان

کے انسانوں کو ختم کر ڈالا۔ سورۂ المائدہ میں حضرت آدم کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل کی آپس میں گفتگو بیان کی ہے، جو آخر کار ایک کے قتل پر ختم ہوئی۔ یہ گفتگو اس مضمون کے اعتبار سے دلچسپ ہے کہ اس کا یہاں نقل کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

"آپ ان اہلِ کتاب کو آدم کے دو بیٹوں کا قصہ صحیح طور پر پڑھ کر سُنا دیجئے جب کہ دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی اور ان میں ایک (یعنی ہابیل) کی تو مقبول ہوگئی اور دوسرے (یعنی قابیل) کی مقبول نہ ہوئی تو دوسرا کہنے لگا۔ میں تجھے ضرور قتل کر دوں گا۔ پہلے نے جواب دیا کہ خدا تعالیٰ متقیوں کا ہی عمل قبول کرتا ہے۔ اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے دست درازی کرے گا تو بھی میں تیرے قتل کرنے پر دست درازی کرنے والا نہیں ہوں گا۔ کیوں کہ میں تو خدائے پروردگار سے ڈرتا ہوں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تو میرے گناہ اور اپنے گناہ سب اپنے سر پر رکھ لے۔ پھر تو دوزخیوں میں شامل ہو جائے۔ اور یہی سزا ہوتی ہے ظلم کرنے والوں کی۔ سو اس کی طبیعت نے اسے بھائی کو قتل کرنے پر آمادہ کر دیا اور اس نے بھائی کو قتل کر ہی ڈالا۔ جس سے وہ بڑے نقصان اُٹھانے والوں میں ہو گیا۔"

"اسی واقعے کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کے لئے یہ لکھ دیا کہ جو شخص کسی شخص کو بلا عوض دوسرے شخص کے یا بدون کسی فساد کے جو زمین میں اس سے پھیلا ہو خواہ مخواہ قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر ڈالا اور جو شخص کسی کو بچائے تو گویا اس نے تمام انسانوں کو بچا لیا۔ اور بنی اسرائیل کے پاس ہمارے بہت سے پیغمبر بھی واضح دلائل لے کر آئے۔ پھر اس کے بعد بھی دنیا میں بہتیرے ان میں سے زیادتی کرنے والے رہے۔"

اس کے علاوہ قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر بھی بار بار ایسے ارشادات ہیں کہ کسی نفس انسانی کو ناحق قتل نہ کرو۔ بنی اسرائیل کی قوم کو جا بجا موردِ الزام ٹھہرایا کہ انھوں نے کئی انبیاء کو بغیر حق کے قتل کیا۔ اور اس پر ان کی شدید مذمت کی گئی ہے۔

اسلام کا نزول ابتدأ جس ماحول میں ہوا، وہ عرب کا ماحول تھا۔ وہ لوگ اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ پشتوں تک خون کا بدلہ خون سے لیتے رہتے تھے۔ ذرا ذرا سی بات پر تلوار اُٹھا لیتے تھے۔ دشمنی کی بنا پر قتل کرنا تو خیر ہوتا ہی تھا، چند درہم کی لوٹ مار ہضم کرنے کے لئے جان لے لیتے تھے۔ اس لئے اسلام نے ان کی اس قبیح عادت کی شدید مذمت کی اور انہیں متنبہ کیا کہ

زندہ درگور لڑکیوں سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا کہ تمہیں کس گناہ پر قتل کیا گیا۔ (التکویر رکوع ۵)۔ اور دلائل سے سمجھایا کہ رزق دینے والے ہم ہیں۔ اس بنا پر معصوم جانیں تلف نہ کرو۔ اور اپنی اولاد کو ناداری کے اندیشہ سے قتل نہ کرو۔ ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی (بنی اسرائیل رکوع ۲)۔ قرآن کریم نے گو معاف کر دینے کو بہتر عمل قرار دیا ہے مگر سنگدل اور سخت مزاج لوگوں کے لئے اور دنیا کے نظام کو قائم رکھنے کے لئے قصاص کا عظیم اور پُر حکمت فلسفہ بھی عطا فرمایا ہے۔

"اے ایمان والو! تم پر قصاص فرض کیا جاتا ہے۔ مقتولین (قتل عمد) کے بارے میں آزاد آدمی کے بدلہ میں آزاد آدمی۔ غلام کے عوض غلام اور عورت کے عوض عورت (قتل کئے جائیں)۔ ہاں جس کو ان کے ورثاء سے معافی ہو جائے۔ (مگر پوری معافی نہ ہو) (تو مدعی کے ذمے) معقول خون بہا کا مطالبہ کرنا (اور قاتل کے ذمے) خوبی کے ساتھ (مال کا) ان کے پاس پہنچا دینا (ضروری ہے)۔ یہ قانون دیت (عفو) تمہارے پروردگار کی طرف سے سزا میں تخفیف اور شاہانہ ترحم ہے۔ پھر جو شخص (اس قانون کے بعد) تعدی کا مرتکب ہو تو آخرت میں اس کو بڑا دردناک عذاب ہوگا۔ اور اے اہل عقل و دانش (اس قانون) قصاص میں تمہاری جانوں کا بڑا بچاؤ ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ تم لوگ (ایسے قانون امن کی خلاف ورزی سے) پرہیز کرو گے"

(البقرہ رکوع ۵)

اسی مضمون کی چند ایک حدیثیں ملاحظہ فرمائیے۔ حضور اکرم صلعم نے فرمایا:۔ حرمة المومن ارجح من حرمة الکعبة۔ (مومن کی عزت کعبہ کی عزت سے زیادہ ہے)۔ لا ترجعوا کفاراً یضرب بعضکم رقاب بعض۔ (میرے بعد کافروں کی طرح نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارو)۔ من حمل علینا السلاح فلیس منا لن تدخلوا الجنة حتیٰ تومنوا ولن تومنوا حتیٰ تحابوا۔ (جو ہمیں مارنے کے لئے اسلحہ اُٹھاتا ہے، وہ ہم سے نہیں ہے۔ تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک مومن نہ ہوا ور تم مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپس میں محبت نہ کرو)۔ ان دماءکم واموالکم واعراضکم حرام علیکم کحرمة یومکم ھذا فی بلادکم ھذا وفی شھرکم ھذا (تحقیق تمہارا مال اور تمہاری عزت تم پر اسی طرح حرام ہے جس طرح آج کا دن (حج کا دن) محترم ہے۔ جس طرح تمہارا شہر محترم ہے اور جس طرح یہ مہینہ محترم ہے"

غلطی سے مومن کے قتل ہو جانے کے متعلق یہ احکام ہیں:۔

"اور کسی مومن کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی مومن کو (عمداً) قتل کرے لیکن غلطی سے (ہو جائے تو

اور بات ہے)۔ اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو اس پر ایک مسلمان غلام یا لونڈی آزاد کرنا واجب ہے اور خون بہا بھی (واجب ہے) جو اس کے خاندان کے لوگوں کے حوالے کر دیا جائے۔ بشرطیکہ وہ لوگ معاف کر دیں............"

خود مومن کے لفظ کا ماخذ امن ہے۔ اور اسی سے امون (ایسا اونٹ جو اپنی قطار کے ہاتی اونٹوں کا رہنما ہوتا ہے) امانت اور امین نکلتے ہیں۔ یہ لفظ ہی صلح کل کے تصور پر مبنی ہے۔ مومن کی فطرت ہی یہ ہے کہ وہ پرامن رہے۔ وہ سارے عالم کے لئے باعثِ امن ہے بجز ایسی حالت کے کہ جب انتہائی ظلم و تعدی کی صورت میں جہاد لازم آتا ہو۔ ایک مقام پر قرآن نے ایک صفت "رحمان کے خاص بندوں" کی یہ فرمائی کہ وہ جس شخص کے قتل کرنے کو حرام فرمایا ہے، اسے قتل نہیں کرتے (الفرقان رکوع ۲)۔ ایک حدیث بھی ہے من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ فھو مسلم"۔ نیز یہ ایک دلچسپ بات ہے کہ عبرانی زبان میں امن کے لئے (SHALAM) کا لفظ ہے حضرت عیسیٰؑ جب اپنے مبلغین کو روانہ کرتے تو ان کو ھدایت ہوتی کہ جب کسی گھر میں داخل ہو تو کہو تم پر امن ہو۔

اس ساری تمہید سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن کے نزدیک انسانی خون نہایت قیمتی ہے بلکہ اس کی کوئی قیمت مقرر ہی نہیں کی جا سکتی۔ وہ کہتا ہے کہ اگر ایک انسان کا خون ہوا تو گویا ساری انسانیت کشی ہو گئی۔ اور اگر ایک انسان کی جان بچائی گئی تو گویا جملہ انسانیت کا بچاؤ ہو گیا۔ اب میں اپنے اصل مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ موضوع سخن قتل مومن ہے۔ ایسا قتل جس کا ارتکاب بالعمد یا بالارادہ ہو۔ قرآن حکیم میں اس کے لئے نہایت سخت وعید ہے۔

"اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کر ڈالے گا تو اس کی سزا جہنم ہے۔ ہمیشہ اس میں رہے گا۔ اور اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور ہم اس کے لئے دردناک سزا کا سامان کریں گے (النساء رکوع ۹)۔ اس مضمون سے ملتا جلتا حدیث میں ارشاد ہے۔ سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر (مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس کا قتل کفر ہے)۔

اللہ تعالےٰ نے خنزیر کا گوشت کھانا حرام کیا ہے لیکن اضطراری حالت میں بھوک کے مارے جان جا رہی ہو تو اتنا کھا لیا جائے کہ جان بچ جائے تو اس کی اجازت ہے۔ اس کے باوجود مسلمانوں کی اس سے کراہت کا یہ حال ہے کہ کھانے کا تصور تو کیا اس کا نام تک لینا پسند نہیں کرتے اگر زبان پر نام آ جائے

تو فوراً تھوک دیتے ہیں۔ اگر کوئی نام لے لے تو ہم کہتے ہیں کہ صبح صبح کس کا نام لیا ہے خدا جانے آج کھانے کو بھی کچھ ملے گا یا نہیں۔ اس قسم کی کراہت اس معاملہ میں چند دنوں، چند مہینوں یا سالوں میں پیدا نہیں ہوئی بلکہ مسلمانوں نے صدیوں تک اس کراہت کو پیدا کر کے اسے قائم رکھا ہے۔ اس وقت میرے خیال میں دنیا بھر کے کروڑوں مسلمانوں میں شاید ایک بھی ایسا نہ ہوگا جس نے کبھی حالتِ اضطرار میں ہی اس کے گوشت کا ذائقہ چکھا ہو۔

قارئین کرام کو اس امر سے اتفاق ہوگا کہ خنزیر کے گوشت کی حرمت سے کہیں زیادہ حرمت مومن کے خون کی ہے۔ مومن کے قتلِ ناحق کی وعید ایسی شدید ہے جو کفار و مشرکین کے لئے مخصوص ہے۔ کاش جس طرح خنزیر کے گوشت کے کھانے سے کراہت کو صدیوں اُبھارا گیا ہے، اسی طرح شدومد سے مسلسل قتل عمد یا خونِ ناحق کے بارے میں قرآنی احکام کا پرچار کیا جاتا اور ہر ایک مسلمان کے کان تک پہنچا دیا جاتا تو مجھے یقین ہے کہ خنزیر کے گوشت سے کہیں زیادہ اس کے متعلق ہماری قوم میں نفرت و کراہت ہوتی اور کسی مسلمان کے تصور میں بھی نہ آتا کہ وہ کسی دوسرے مسلمان کو قتل کر سکتا ہے۔ اس تصور سے اس کا ذہن شل ہو جاتا، اس کے ہاتھ کانپ جاتے وہ لرزہ براندام ہو جاتا اور اس کے پاؤں لڑکھڑا جاتے۔ مسلم معاشرہ میں گزشتہ صدیوں سے اگر قتل مومن کے بارے میں احکام قرآنی کا مسلسل پرچار ہوتا رہتا تو پھر کوئی مسلمان یہ خیال تک نہ کر سکتا کہ مسلمان ہو کر مسلمان کو کیسے قتل کیا جا سکتا ہے۔

ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ صدیوں سے بے دریغ اور ادنیٰ سی ضمیر کی خلش محسوس کئے بغیر دھڑا دھڑ ایسے قتل کی وارداتیں ہو رہی ہیں۔ اور اب تو ان کی تعداد حیرت انگیز حد تک بڑھ گئی ہے۔ ان ہولناک واقعات میں سفاکی، بے باکی اور بے رحمی کا عنصر غالب ہوتا ہے۔ بہر حال جہاں تک مجھے معلوم ہے قرآن پاک کے کلام معجز بیان میں جو افادی پہلو قتل عمد کے سدباب سے تعلق رکھتے ہیں، ان پر غور نہیں کیا گیا۔ صدیوں سے یہ گوہر نایاب صدف لبستہ رہا ہے۔ کسی نے اس کی روشنی سے عوام کو روشناس نہیں کرایا۔ اگر ایسا ہوتا تو شاید مسلمان معاشرہ آج بالکل مختلف ہوتا اور لاکھوں مسلمانوں کا خونِ ناحق یوں نہ بہتا۔

یقیناً یہ کام مساجد میں بیٹھ کر کرنے کا نہیں۔ قتلِ عمد کے رجحان رکھنے والے لوگ مساجد میں کہاں آتے ہیں۔ ان کے ملنے کے لئے ہمیں خود ان کے پاس جانا ہوگا۔ انہیں خدا کے کلام کا مفہوم پہنچانا ہوگا۔ ان کے ملنے کے لئے ہمیں جیلوں اور سینماؤں کے اندر اور باہر جانا ہوگا۔ جوئے بازی کے اڈوں اور ایسے اڈوں پر پہنچنا ہوگا جو بے راہ رو لوگوں کی آمد و رفت سے بدنام ہیں۔ ہمیں بازاروں، گلی کوچوں اور دیہات میں جہاں قتل کی وارداتیں کثرت سے ہوتی ہیں، جانا ہوگا اور وہاں کی فضا سے یہ زہر آلودگی دور کرنے کے لئے مسلسل

جدوجہد کرنی پڑے گی۔ اس عمل کے لئے ایسے بے لوث لوگوں کی ضرورت ہوگی جو اوّل اس قرآنی تصوّر سے پورے طور پر آگاہ ہوں۔ اور دوسرے دل وجان سے اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے تن من دھن کی بازی لگانے کے لئے تیار اور مستعد رہیں۔

اس وقت اس پروگرام کے متعلق میرے ذہن میں حسب ذیل تجاویز ہیں:۔

۱۔ اس تصور کی بنا پر اہلِ علم وسیع پیمانہ پر تحقیق کریں اور اس کے خدوخال سے زیادہ سے زیادہ نمایاں صورت میں عوام کو روشناس کرائیں۔ حتیٰ کہ یہ تصور اتنا عام ہو جائے کہ قرآنی احکام کا اور حضور صلعم کی حدیثوں کا یہ تقاضا پورا ہو کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا سچے دل سے بھائی ہو اور سب ایک دوسرے کے گزند سے محفوظ رہیں۔

۲۔ اہل علم اصحاب اور ارباب عقل ودانش اس منصوبہ کو کامیاب بنانے کے لئے دوسرے اقدامات کے علاوہ جابجا اور پے درپے مذاکرات منعقد کرائیں اور شرح وبسط کے ساتھ اس مضمون پر روشنی ڈالیں۔

۳۔ اہلِ ادب اس مضمون پر طبع آزمائی کریں اور اس کو دلچسپ بنا کر عوام کے ذہن نشین کریں۔

۴۔ فلم انڈسٹری، سینما اور ریڈیو، ٹیلی ویژن اور رسالے اخبار اپنی لامحدود قوتِ تبلیغ کو اس پر صرف کریں۔

۵۔ اس سلسلے میں بنیادی کام بلاتاخیر شروع کر دیا جائے اور تجربہ کے طور پر ابتداً ایک مخصوص علاقہ منتخب کر لیا جائے تاکہ اس کی عملی صورت میں اس کے جو اثرات مرتب ہوں، اس کی بنا پر مستقبل کے لئے منصوبہ بناتے وقت اس تجربہ سے فائدہ اُٹھایا جا سکے۔ فی الحال ایک کمیٹی کی تشکیل کی جائے جو لاہور میں کام کرے۔ اس میں محکمہ اوقاف، پولیس، ضلعی انتظامیہ، لاہور کے چند نمائندے اور معزز شہری اور علماء ممبر ہوں۔ ممبران کے انتخاب میں یہ بات خاص طور پر ملحوظ رکھی جائے کہ منتخب شدہ اصحاب متدین اور مخلص ہوں اور عملی استعداد رکھتے ہوں۔

۶۔ یہ کمیٹی اپنے کام کے لئے طریق کار طے کرے اور اس سلسلہ میں چھوٹے چھوٹے پمفلٹ، قطعہ جات اور اشتہار چھپوائے جو جاذب نظر ہوں۔ آسان اُردو کے جلی حروف میں لوگوں کو اس مضمون سے آگاہ کرے۔

یہ کام لگاتار کرنے کا ہے۔ اگر ہم بیس سال میں بھی اس عمل کے زیر اثر کسی ایک محدود علاقہ میں مومن کے قتل عمد کو ختم کر سکیں تو یہ ایک بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ خدا کرے کچھ سنجیدہ لوگ اس طرف متوجہ ہوں۔ میرا زندگی کا تجربہ ہے کہ ہمارے معاشرہ کے گم گشتہ اور بے راہ لوگ صحت مند دل ودماغ رکھتے ہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ ہم نے ان تک یہ پیغام نہیں پہنچایا۔ ؏ ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی